ورنہ :- "وزرائے جمہوریہ ہندوستان سخت جانِ فطرت کی تعمیریتی"

افسوس ہے گزشتہ ماہ اگست کی ۲۷ر کو مولانا مسعود علی صاحب ندوی اسّی برس کی عمر میں کئی سال کی علالت و ناداری زندگی کے بعد رہگرائے عالم جاودانی ہوگئے۔ مرحوم ندوۃ العلماء کے فارغ التحصیل اور مولانا شبلی کے تلامذہ میں تھے۔ دار المصنفین اعظم گڑھ جو آج ایشیا کا عظیم الشان اسلامیات کا ادارہ ہے اُس کے علمی سربراہ اور روح رواں اگر مولانا سید سلیمان ندویؒ تھے تو تنظیمی اور تعمیری حیثیت سے مرحوم اس کے سربراہ و نگراں تھے قدرت نے انھیں انتظامی صلاحیتیں اعلیٰ درجہ کی بخشی تھیں اور انھوں نے ان صلاحیتوں کو دار المصنفین کے لئے وقف کردیا تھا۔ چنانچہ دار کی مطبوعات کی اعلیٰ کتابت و طباعت۔ اُس کی شاندار اور خوشنما تعمیرات۔ اور کاروباری حیثیت سے اُس کا خود کفیل ہونا یہ سب مرحوم کی کوششوں اور حسن سلیقہ و انتظام کا نتیجہ ہے۔ یوں بھی بڑے خوش مزاج۔ مہمان نواز اور موقع شناس انسان تھے۔ ملک کے مشہور ہندو مسلم زعماء سے ان کے گہرے تعلقات تھے۔ ادھر چند برسوں سے مسلسل علالت کے باعث عضوِ معطل سے ہوگئے تھے۔ لیکن جب تک دار المصنفین قائم ہے اُن کا نام زندہ اور روشن رہے گا۔ اللہ تعالیٰ انھیں مغفرت و بخشش کی نعمتوں سے سرفراز فرمائے۔

ندوۃ المصنفین دہلی اور برہان ایک ربع صدی سے زیادہ سے اسلامی علوم و فنون کی جو خدمات انجام دے رہے ہیں اربابِ نظر سے وہ مخفی نہیں ہیں۔ آج اس ادارہ کی کتابیں اور اُس کا مجلہ نہ صرف انڈوپاک کے علمی اور اسلامی حلقوں میں عزت و وقعت کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں بلکہ امریکہ۔ یورپ اور افریقہ کے اربابِ علم و دانش کے ہاں بھی انھیں اعتبار خاص حاصل ہے۔ اور مستشرقین کی کتابوں میں ان کے حوالے درج ہوتے ہیں۔ لیکن یہ سب کچھ کس طرح ہوتا رہا ہے؟ اس پر کسی نے توجہ نہیں کی۔ صورت حال یہ ہے کہ ۱۹۴۷ء کے ہنگامہ میں مکمل طور پر آتش زدہ و تباہ ہونے کے باوجود آج تک اس ادارہ کو نہ حکومت کی کوئی امداد حاصل ہے اور نہ کسی ریاست کی سرپرستی۔ نہ اس کے لئے کوئی وقف ہے نہ جائداد۔ اس کی آمدنی کا ذریعہ لے دے کے صرف اس کا کاروبار ہے۔ "برہان" مدت سے مسلسل خسارہ میں چل رہا ہے۔ لیکن اس کو کاروبار کے سہارے سخت دشواریوں اور زحمتوں کے باوجود کسی نہ کسی طرح برداشت کیا جاتا

رہا لیکن اب پاکستان کے ساتھ کاروبار کے نہ طرح طرح کی پابندیوں اور پھر موجودہ ہوش ربا گرانی کے باعث جس نے پورے نظام زندگی کو درہم برہم کرکے رکھ دیا اور ہر چیز کو غیر معمولی طور پر متاثر کردیا ہے۔ یہ صورت حال بالکل ناقابل برداشت ہوگئی ہے اور اب اس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے کہ یا تو ادارہ اور "برہان" کو بند کردیا جائے اور یا کتابوں کی قیمت اور "برہان" کے چندہ میں اضافہ کیا جائے۔ ہمیں یقین ہے کہ پہلی صورت کو ندوۃ المصنفین اور "برہان" کے قدردان کبھی گوارا نہ کریں گے۔ اس بنا پر دوسری صورت پر عمل کرنے کے سوا کوئی اور راہ نہیں ہے۔ چنانچہ اعلان کیا جاتا ہے کہ

(۱) جنوری ۱۹۷۵ء سے "برہان" کے صفحات بجائے ۶۴ کے ۷۲ ہوں گے یعنی آٹھ صفحات کا اضافہ ہوگا اور بدل اشتراک ۱۸ روپیہ سالانہ۔

(۲) احباء جن کو کتاب بلا جلد نصف قیمت پر دی جاتی ہے ان کی سالانہ فیس بجائے دس کے پندرہ ۱۵ ہوگی۔

(۳) معاونِ عام کی سالانہ فیس بیس روپیہ کے بجائے پچیس ۲۵ روپیہ ہوگی

(۴) معاون کی سالانہ فیس تیس روپیہ کے بجائے چالیس روپیہ ہوگی

قارئین اندازہ کر سکتے ہیں کہ جس شرح سے گرانی بڑھی ہے مذکورۂ بالا اضافہ اُس سے بہت کم ہیں۔ علاوہ ازیں یہ اضافے کافی نہیں ہیں۔ جو حضرات ندوۃ المصنفین اور "برہان" کے صحیح قدردان ہیں انھیں اپنے اپنے حلقوں میں خریداروں میں توسیع کی کوشش کرنی چاہئیے ورنہ محض اضافوں کے سہارے اس کا قائم رہنا مشکل ہے۔

گذشتہ اشاعت میں "اریٹریا کی تاریخ" پر جو مضمون شائع ہوا ہے اس پر غلطی سے ادارہ کی طرف سے حسب ذیل نوٹ شائع نہ ہو سکا جس کا افسوس ہے:-

"سال گذشتہ ماہ اکتوبر میں قاہرہ میں جو تیسری المؤتمر الاسلامی منعقد ہوئی تھی اُس میں اریٹریا کے امیر الوفد نے ایک بیان پڑھا تھا جس میں اس ملک کی تاریخ پر روشنی ڈالی گئی تھی۔ ڈاکٹر عبدالعلیم خاں کا یہ مقالہ اصلاً مذکورہ بالا تحریر کا اردو ملخص ترجمہ ہے اور ساتھ ہی موصوف نے ادھر ادھر اضافے بھی کئے ہیں جس کے حوالے مضمون میں مذکور ہیں۔ موصوف نے یہ مضمون اس ترتیب کے ساتھ ایڈیٹر "برہان" کی فرمائش پر تیار کیا ہے۔